ڈاکٹر رخسانہ بلوچ
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو،
جی سی ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

اقبال کا تصورِ نسواں: متنوع جہات

خلاصہ

عورت کسی بھی معاشرے کی تشکیل میں اہم کر دار ادا کرتی ہے۔ عورت کے بارے میں علامہ اقبال کے کلام میں جذباتی سے زیادہ فکری انداز ملتا ہے۔انھوں نے مغرب اور مشرق کی عورتوں کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ یقینا اس بات کے قائل تھے کہ عورت قدرت کا ایسا شاہکار ہے جس کے ذکر کے بغیر شاعری ادھوری ہے۔ اقبال نے عورت کی صنفی حیثیت و اہمیت کو معاشرتی و خاندانی بلندی اور اسلامی قوانین شریعت کے تناظر میں اجاگر کیا۔کلامِ اقبال میں عورت کا جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ ایک مشرقی عورت کا تصور ہے جو کہ ان کے نزدیک اعلیٰ، معاشرتی و سماجی اقدار، بلند اخلاق اور مذہبی روایات کی پاسداری کی امین ہے۔

اس تحقیقی مقالے میں اقبال کے تصورِ نسواں کی متنوع جہات کو شعر و نثر ہر دوحوالوں سے بات کی گئی ہے۔

☆☆☆

انسان ہوش سنبھالتے ہی اس کوشش میں مصروف ہو گیا کہ اپنی ہستی اور کائنات کاراز معلوم کرے۔ ہر دور میں سائنسدانوں اور مفکرین نے اس عالم نا پائیدار کو سمجھنے اور اس کے ساتھ انسان کی ہستی کے تعلق کے بارے میں مختلف نظریات پیش کیے۔ اقبال کا شمار دورِ جدید کے بلند پائیہ مفکرین میں ہو تا ہے۔ در حقیقت اقبال کے فکروفن میں اتنی گہرائی ،وسعت اور اس درجہ ہمہ گیری ہے کہ اس کو سمجھنے کے لیے فلسفی دماغ اور شاعر کے دل کے ساتھ ساتھ ایک انسانی شعور کی بھی ضرورت ہے۔انسان ،انسان دوستی اور انسانیت کے صحیح شعور کے بغیران کو سمجھنا نا ممکن ہے۔ انسانیت کی سر بلندی کا پرچار فکرِاقبال کا ایک نمائیاں پہلو ہے۔

اقبال بھی ایک پیغام لے کر آئے یہ پیغام کوئی نیا نہیں تھا لوگوں نے اقبال کو مصلح، فلسفی، مبلغ، حکیم مشرق اور نہ جانے کیا کچھ کہا اور اپنے مطلب کے مطابق اس کے کلام کی تشریح کی ہم جب اقبال کی ابتدائی زندگی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک سیدھا سادھا عام انسان نظرآتا ہے جو شرارتیں کرتا ہے، محراب و مسجد کا طواف کرتا ہے،کلاس میں اکثر دیر سے آتا ہے بزرگوں سے یہ بھی سننے میں آیا ہے ہے کہ کبھی کبھی کلاس میں (پروکسی) لگوانے سے بھی باز نہیں آتااقبال مختلف راستوں سے گزرے ایک راہ کا انتخاب کیا اور پھر ساری زندگی اسی راہ پر گامزن رہے۔ارتقاء کے اس درجے پر پہنچ کر ان کی زندگی سادہ، ذہن کاملا، مشرقی اور فکر قطعی طور پر اسلامی بن جاتی ہے کہتے ہیں شخصیت کا فرد کے خیالات پر اثر پڑتا ہے۔ اقبال کی زندگی اور کلام دونوں میں انسانی شخصیت کے ارتقائی مدارج کی بھر پور جھلک نظر آتی ہے۔

انسانی سماج کی تاریخ بتاتی ہے کہ مختلف معاشروں میں عورت کا مقام بدلتا رہا، کبھی اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا اور کبھی اسے انسان ہی تسلیم نہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ زمانۂ قدیم میں بعض ایسے قبیلے اور سماج گزرے ہیں جہاں عورت خاندان کی سربراہ ہوتی تھی اور قبیلہ یا نسل اُس کے نام سے موسوم ہوتے تھے اور تخلیقِ ریاست کے نظریے میں مادر سری نظریے کی اساس تاریخ کا یہ جزوی دور فراہم کرتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انسانی سماج کی تاریخ عورت سے ناانصافی اور امتیاز کی تاریخ ہے۔(۱)

اقبا ل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک انسان تھے اور عورت کو بھی ایک انسان کی نظر سے دیکھتے تھے۔ان کے ہاں عورت اگر اپنے آپ کی حفاظت کرے تو وہ اس دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دے گیاور اگر وہ اپنی عزت کی نگہبانی نہ کرے تو وہ ایک فتنہ تصور ہو گی اور کائنات کے نظام میں بگاڑ کا باعث ہو گی اقبال اپنی شاعری میں عورت کے اس مقام کے متلاشی ہیں جو اس کو اسلام نے بخشا۔اقبال عورت کے اندر اس مخفی کائنات کی خواہش ظاہر کرتے ہیں،جو اس کو ربِ ذوالجلال نے عطا کی۔

علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں‌عورت کی مثالی زندگی کو پیش کیا ہے اور اس کے اُن فرائض کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے جو اس کو اپنی ظاہری زندگی ہیں سر انجام دینے چاہیے بانگِ درا میں ایک ماخوز نظم "ماں کا خواب" یہ نظم ایک ماں کے خواب پر مشتمل ہے جس کا بچہ فوت ہو جاتا ہے اور اُس کو کسی بھی جگہ چین اور آرام میسر نہیں آتا وہ مسلسل اس کے غم میں آہ زاری کرتی دیکھائی دیتی ہے۔وہ رات کو خواب میں کچھ بچوں کو ہاتھوں میں چراغ لیے دیکھتی ہے جو ایک قطار میں چل رہے ہوتے ہیں جن کی منزل کا کوئی پتہ نہیں اُس قطار میں اس کو اپنا بچہ دیکھائی دیتا ہے اور پھر اچانک اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور اس کی ممتا بے چین ہو جاتی ہے یہ عورت اپنے بچے کی یاد کو سہارا بن لیتی ہے اور سنگلاخ راہو ں سے گزر جاتی ہے۔اقبال اس صورت حال کو اپنی شاعری میں خوبصورت انداز عطا کر دیتے ہیں :

''میں سوئی جو ایک شب تو دیکھا یہ خواب

بڑھا اور جس سے میرا اضطراب

یہ دیکھا کہ میں جارہی ہوں کہیں

اندھرا ہے اور راہ ملتی نہیں

لرزتا تھا ڈر سے مرا بال بال

قدام کا تھا دہشت اٹھنا محال

جدائی میں رہتی ہوں‌میں بے قرار

پروتی ہوں ہر روز اشکوں کے ہار"(۲)

اقبال عورت کی ان خوبیوں کے معترف ہیں جو اس کو ربِ ذوالجلال نے عطا کی ہیں۔بانگِ درا کی ایک اورچھوٹی سی نظم "سلیمیٰ" جو صرف پانچ اشعار پر مشتمل ہے اس میں‌گو ناگوں‌خوبیاں نظر آتی ہیں۔اس نظم کا مرکزی کردار "سلیمیٰ" ہے اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتاکہ یہ اقبال کی محبوبہ ہے یا صرف پسندیدہ خاتون۔کائنات کی تمام خوبیوں اور صفات کا مظہر اس کی آنکھوں کو قرار دیتے ہیں او راس کی آنکھوں پر فدا ہو جانے کو ترجیع دیتے ہیں۔اقبال دنیا کی تمام رنگینی کا مرکزو محور اس کی آنکھوں کو قرار دیتے ہیں ۔شاعر کو وہ تمام خوبیاں اس میں نظر آئیں جو ایک عورت میں ہونی چاہیں ان خوبیوں کی بنیاد پر عورت اس دنیا کو محبت اور امن کا گھوارا بناسکتی ہے۔دنیا کی ہر چیز اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ کوئی ایسی ذات موجود ہے جو اس کائنات کے نظام کو چلا رہی ہے۔سلمٰی کی آنکھیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ کسی طرف نہ دیکھو میری آنکھوں‌کی گہرائی میں وہ ساری لذت موجود ہے جو اُس قادر مطلق کو دیکھنے سے ملتی ہے اقبال کہتے ہیں:

"صحرا کو ہے بسایا جس نے سکوت بن کر

ہنگامہ جس کے دم سے کاشانہ چمن میں

ہر شے میں‌ہے نمایاں‌یوں تو جمال اس کا

آنکھوں میں ہے سلیمیٰ تیری کمال اس کا"(۳)

بانگِ درا کی ایک اور نظم"فاطمہ بنتِ عبداللہ"اس میں ایسی بہادر اور جانباز لڑکی کو موضوع بنا کر شاعری میں پرو دیا ہے جو اپنے کردار کی وجہ سے رہتی دنیا تک اپنی مثال آپ ہے۔اس نظم میں فلسطینی لڑکی جس نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر جنگ کے غازیوں کو پانی پلاتے پلاتے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا اور بہادری کی ایسی داستان رقم کر دی جس کورہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔اقبال کے مطابق زندگی عمل سے بنتی ہے جبکہ بے عمل زندگی موت ہے۔اقبال نے عمل کو عشق سے تعبیر کیا ہے جس میں وحشت،دیوانگی اور جہد مسلسل کی جانب زور دیتے ہیں اقبال نے" فاطمہ بنتِ عبداللہ "کے کردار کوملتِ اسلامیہ کی عورتوں کے لیے ایک نمونہ قرار دیا ہے جو تلوار تو نہیں اُٹھا سکی مگر اس نے اپنی جان ہتھلی پر رکھ کر شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔اقبال اس کو امتِ مرحوم کی ایسی سپہ سلار قرار دیتے ہیں جس کے خون کے ایک ایک قطرے سے نئی قوم جنم لیے رہی ہے جو اپنا کھویا ہوا مقام دو بارہ حاصل کر کے دم لیے گی اقبال کے مطابق:

"فاطمہ! تو آبروئے امت مرحوم ہے

ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

یہ سعادت حور صحرائی تری قسمت میں تھی

غازیاں دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ وسپر

ہے جسارت آفریں شوق شہادت کس قدر

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی"(۴)

اقبال ظاہری خوب صورتی کو عارضی قرار دیتے ہیں۔بالِ جبرئیل کی نظم "حوریانِ فرنگی" میں امتِ مسلمہ کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ یورپ کی خواتین دیکھ کر آپ کے دل کیوں دہل جاتے ہیں ؟ یہ جنت نظیر وادیاں سب عارضی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ان کے جلوے اس روشنی کی مانند ہیں جو چمک کر غائب ہو جاتی ہے اور انسان اسی کے سہارے رستہ تلاشتا رہ جاتا ہے ان میں پائیداری نام کو نہیں۔تصنع اور بناوٹ دیکھا جائے تو ان حسین عورتوں اور یورپی ممالک کا بنیادی جوہر ہے۔ان میں جو جاذبیت ہے وہ بھی تصنع کی حامل ہے۔اقبال مردِ مسلمان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا میں جتنی خوبصورت اور بظاہر کارآمد چیزیں ہیں وہ تیرا مقصود نہیں بلکہ راہِ حق میں رکاوٹ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان خوب صورت چیزوں سے گریز کرتے ہوئے سنجیدگی کے ساتھ صراطِ مستقیم کی جانب اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے ہوئے اس دنیا کو امن کا گہوارا بنا نے میں اپنا کردار ادا کر۔انہوں نے اس نظم میں علمائے شریعت اور پیرانِ طریقت کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور ان کو درگاہوں اور خانقاہوں سے باہر نکل کر عملی زندگی گزارنے کی تلقین کی ہے ان کی بے عملی کے سبب آج محراب ومنبران سجدوں کو ترس رہے ہیں جن کے باعث زمین کانپ اُٹھتی تھی۔اقبال کہتے ہیں:

"یہ حوریان فرنگی' دل ونظر کا حجاب
بہشت مغربیاں جلوہ ہائے پا بہ رکاب!
دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
مہ و ستارہ ہیں بحرِ وجود میں گرداب!"(۵)

"ضربِ کلیم "میں اقبال نے عورت کا ایسا نقشہ پیش کیا ہے جس سے اقبال کے عورت کے بارے میں خیالات کی نشاندہی ملتی ہے۔اقبال اہلِ فرنگ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور مغربی معاشرے کو فساد کی جڑ قرار ددیتے ہیں۔اہلِ دانش جو ہر وقت عورت کے حقوق کی بات کرنے اور اپنی سیاست چمکانے پر زور لگا دیتے ہیں جبکہ عورت کے بنیادی مسائل کی جانب کوئی توجہ نہیں دی جاتی عورت اور مرد دونوں کی خودی مردہ ہوچکی ہے۔

ڈاکٹر محمد آصف کہتے ہیں:

"عورت کی آزادی ، جو مغربی تہذیب کا شاخسانہ ہے اسی سے پاکیزہ امومت سے محرومی کا سلسلہ وابستہ ہے۔یہ عورت پر اور تہذیبِ انسانی پر ایک انوکھا ستم ہے جس نے عورت کو اس کے فطری جوہر اور عظمت سے محروم کرنے کی کوشش کی ہے۔تحریکِ آزادئ نسواں کے اس پہلو سے اقوامِ مشرق بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اقبال عورت کے مغربی طرزِ آزادی کو بھی مغربی استعمار کا شاخسانہ تصور کرتے ہیں۔"(۶)

کائنات کو پروان چڑھانے میں عورت کا بنیادی کردار ہے اگر عورت بچے پیدا کرنے چھوڑدے تو دنیا کا نظام منجمد ہو جائے گا۔جتنے بھی دانشور اس دنیا میں آئے انہوں نے عورت کے بطن سے ہی جنم لیااور عورت ہی نے اس کو ثریا تک پہنچنے میں مدد فراہم کی۔عورت ہی نے اس تہذیب کو اپنے سینے سے لگائے رکھااور اس کو ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل کر دیا۔اقبال لکھتے ہیں:

"ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ وپرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں"(۷)

اقبال عورت کو ماں ،بہن ،بیٹی اور بیوی کے روپ میں دیکھنا پسند کرتے ہیں اس حلقہ سے کر عورت عورت نہیں رہتی۔اقبال عورت کی تعلیم کے حق میں اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس کے باطن کی اصلاح اسلامی اور مذہبی بنیادوں پر کی جائے تاکہ آنے والی نسل کی تربیت ایک شاہین کے روپ میں ہو۔اقبال عورت کی موجودگی کواس کائنات کی رنگینی قرار دیتے ہیں اور عورت ایک ایسا ساز ہے جس سے مختلف قسم کے نغمے نکلتے ہیں جو زندگی کودلفریب بنا دیتے ہیں۔عورت ہی وہ صدف ہے جس سے ایسے موتی نکلتے ہیں جو دنیاکو روشن کر دیتے ہیں اور لوگ اس روشنی کو سہارا بنا لیتے ہیں۔اقبال آزادی نسواں کے قائل ہیں مگر اس کی آزادی چار دیواری تک محدود ہونی چاہیے اگر اس کی آزادی چاردیواری سے باہر نکل جائے تو

معاشرے میں بیگاڑ پید ا ہو جاتا ہے۔عورت جس آزادی کی خواہش کا اظہار کرتی ہے اس نے یورپ کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں۔عورت کی آزادی مشرقی ہونی چاہیے نہ کہ مغربی۔اقبال ضرب کلیم میں عورت کی اس آزادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کوئی پوچھے حکیم یورپ سے

ہند ویوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال

مرد بیکار و زن تہی آغوش"(۸)

عورت کی حفاظت کی ذمہ داری اس معاشرے نے مرد کو دی ہے اور وہ اس کو بہتر انداز میں سر انجام دے سکتا ہے عورت مرد کی بغیر نامکمل ہے اس کے عورت پن کا اگر کوئی صیح معنوں میں محافظ ہے تو وہ مرد ہی ہے۔عورت کے اندر جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی لذت یعنی اولاد پیدا کرنے کی ایک قدرتی صلاحیت رکھی ہوئی ہے وہ ایک ایسی آگ ہے جس سے زندگی کے بھید کُھلتے ہیں۔یہی وہ آگ ہے جس سے اس دنیا میں ہستی ونیستی کی جنگ ہو رہی ہے یعنی کوئی پیدا ہو رہا ہے اور کوئی مر رہا ہے۔اگر یہ جنگ نہ ہو تو اس دنیا کا وجود ہی ختم ہو جائے۔جبکہ یورپ کی تعلیم حاصل کرنے والی عورتیں ماں اور مرد باپ بننے کو پسند نہیں کرتے۔دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اولاد پیدا کرنے سے ہمارے حسن میں کمی ہو جائے گی در اصل یہ تعلیم ہی اس تہذیب کی تباہی کا سبب ہے۔شاعر اس بات کی گرہیں کھولنے میں ناکام رہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے عورت کو اس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کائنات کا نظام چلانے میں مدد فراہم کرے۔ اقبال ضربِ کلیم میں "عورت" کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"وجودزن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِدروں

شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی

کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِمکنوں(۹)

اقبال آزادی نسواں کے قائل ہیں وہ عورت کواُن حدودو قیود کا پابند کرنا چاہتے ہیں‌جن سے اس معاشرے میں بیگاڑ پیدا نہ ہو۔موجودہ تہذیب کے فرزندجو یورپ کو اپنا پسندیدہ سمجھتے ہیں پہلے ہی میرے خلاف ہیں اورمغربی تہذیب کے خلاف فیصلوں‌سے مجھے اپنے زیر عتاب رکھے ہوئے ہیں وہ مجھ سے اور ناراض ہو جائیں گے۔عقل مند لوگ جو آزادی نسواں کے مسئلے پر صحیح فیصلہ دے سکتے ہیں حالات کی مجبوری اور معذوری کے تحت خاموش ہیں کیونکہ موجودہ حالات میں عورت کی بے لگام آزادی اتنی عام ہو چکی ہے کہ اگ کوئی اس کو روکنے کی کوشش کرے گا توعورتوں اور عورتوں کی آزادی کے علمبرداروں کے زیرآ جائے گا۔میں اس فیصلے کو عورت پر ہی چھوڑتا ہوں جو آج کل اپنے آپ کو دنا سمجھتی ہے کہ اس راز کو اپنی دانائی سے ظاہر کردے کہ وہ مرد کو اپنا محافظ سمجھتی ہے کہ نہیں۔گھر کی چاردیواری میں اس نے تیرے گلیے میں موتیوں کے ہار اس وجہ سے تو نہیں ڈالے کہ تو اپنی مرضی سے فطرت کے قوانین کو توڑ ڈال اور اپنی مرضی سے شوہر بدلتی رہے اقبال کے مطابق:

"اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش

مجبور ہیں، معذور ہیں، مردان خرد مند

کیا چیز ہے آرائش وقیمت میں زیادہ

آزادی نسواں کہ زمرد کا گلو نبد"(۱۰)

اہلِ مغرب کی تہذیب کو تنقید کانشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس تہذیب نے عورتوں کو یہ سکھایا ہے کہ تم ماں نہ بنا اور بچے پیدا نہ کرنا۔اقبال اس تہذیب کو فساد کی جڑ قرار دیتے ہیں۔اولاد اگر والدین کا ادب و احترام نہیں کرتی تو اس میں اولاد کا کوئی قصور نہیں۔اولاد کی تربیت کی اولین درسگاہ ماں ہی ہے جب وہ بچے کو پیدا کرتی ہے تووقت ہی سے اس کے حقوق کی پامالی شروع ہو جاتی ہے۔والدین اپنے بچوں سے ایسی توقعات وابستہ کیے ہوتے ہیں جو اسلامی اقدار کے مطابق ہوتی ہیں جبکہ ان کی تربیت کا وہ اسلامی ماحول اُن کو میسر نہیں کیا جاتا جس سے ان کی تربیت کی جا سکے۔اسلامی معاشرہ ہونے کے باوجود ان بنیادی خدو خال کی جانب توجہ دینی ہو گی ۔اگراس حوف سے کہ ہماری اولاد ہمارے کام نہ آئے گی یورپ میں‌خواتین بچے پیدا نہیں کرتیں‌اگر عورتیں بچے پیدا نہیں کریں گی تویہ تہذیب اپنی موت آپ مر جائے گی۔انسان اس دنیا سے نیست ونابود ہو جائے گااور کائنات جمود کا شکار ہو جائے گی۔

اس حوالے سے علامہ اقبال اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

”میں اس بات پر حیران ہوں کہ صنفِ نازک کو مغرب میں جو خاص امتیاز حاصل تھا وہ بتدریج کم ہورہا ہے۔اب مرد اپنی اپنی نشستوں کو مستورات کی خاطر خالی نہیں کرتے اور کبھی کرتے بھی ہیں تو بہت کم۔موٹرکاروں سے اترتے وقت انھیں اِس بات کا خیال نہیں آتا کہ مستورات پہلے اُتریں اور مرد بعد میں، مردوں کا یہ طرزِ عمل میرے نزدیک قابل مذمت نہیں اس لیے کہ یہ عورتوں کا خود پیدا کردہ ہے۔انھیں کامل آزادی اور مردوں کے ساتھ مساوات کا جنون لاحق ہوگیا ہے۔اس لیے جو تبدیلی بھی پیدا ہوئی ہے وہ حالاتِ گردو پیش کا لازمی نتیجہ ہے جس سے مفر کی صورت قطعاً نظر نہیں آتی... لیکن بمقابلہ اس کے مشرقی یا اسلامی خواتین کو سابقہ اعزاز و احترام بدستور موجود ہے۔“(۱۱)

اقبال نے ایسی عورت پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں نورِ جان کی کمی ہے اور ان کی آنکھیں بے نم اور سرور آرزو سے یکسر محروم ہیں اور ان کے سینے میں خوانی کا خوس نہیں ،وہ عشق اور آئین عشق سے نا واقف ہے اور اس کی لذتوں سے بے خبر ہے،وہ ایسی چڑیا ہے جسے عشق کا شاہین رد کر چکا ہے۔اقبال کے نزدیک عورت کی زندگی کا مقصود نسلِ انسانی کی بقا ہے اس کے تمام قوی اسی مقصد کو پورا کرنے کی غرض سے بنائے گئے ہیں۔اس عظیم مقصد کے اگے دوسرے مقاصد ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔اقبال کے مطابق:

”جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن

کہتے ہیں اس علم کو اربابِ نظر موت

بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہِ زن

ہے عشق ومحبت کے لیے علم وہنر موت“(۱۲)

”والدہ مرحومہ کی یاد میں “اقبال ایک ماں پر اپنی عقیدت اور محبت کے موتی نچھاور کرتے دکھائی دیتے ہیں۔اس نظم کی حیثیت مرثیے کی سی ہے اس کو اقبال نے اپنی والدہ کی وفات پر تحریر کیا۔اس میں انہوں نے جا بجااپنے نظریات فلسفیانہ رنگ میں پیش کیے ہیں۔یہ نظم تیرہ بند اورچھیاسی اشعار پر مشتمل ہے اور یہ علامہ کی طویل نظموں میں سے ایک ہے۔اس میں انہوں نے ایک مثالی ماں کا نقشہ خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔دنیا فانی ہے مگر جب بھی میں اپنی ماں کی تصویر پر نظر ڈالتا ہوں‌تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ مجھ کو رونے پر مجبور کررہی ہے اور یہ کیفیت میری دانشوری کو بھی مات دے دیتی ہے اور یہ کیفیت میرے ذہن کے ایسے دریچوں کو وا کرتی ہے جن پر ظاہری زندگی میں‌دسترس حاصل کرنا ناممکن ہے۔جب میں اپنی ماں کے غم میں روتا ہوں تومیرا دل مزید صاف اور شفاف ہو جا تا ہے۔اقبال اپنی ساری شاعری کو اسی محبت کا ثمر قرار دیتے ہیں۔بچہ بڑا ہو کر چاہے جس مقام پر بھی پہنچ جائے ماں کی نظر میں وہ بچہ ہی رہتا ہے۔ماں کی محبت انسان کو تمام دنیاوی غموں سے نجات دلادیتی ہے۔ماں کائنات کے نظام میں جس روپ میں بھی آئے اس کاانداز،مقام اور محبت ہمیشہ جدا گانہ ہو تا ہے۔اقبال کہتے ہیں کہ والدہ کی وفات کے بعد گھر ماتم کدہ معلوم ہوتا ہے جب ماں زندہ وسلامت تھی تومیری زندگی کا سوز سلامت تھا اب تو سانسوں کا تسلسل بھی باقی نہیں رہا۔ماں کے اندر رب نے مامتاکاوہ جذبہ بھر دیا ہے جوچھپانے سے بھی نہیں چھپتا۔اقبال کہتے ہیں کہ وہ کیا جذبہ تھا جب کافی دنوں سے گھر جاتا تو رات گئے تک ماں کے ساتھ باتیں کرتے رہنا اور اس کااور اس کا کہنا کے میرا ”بالی“ آگیا ہے۔جب گھر سے رخصت ہونا اور ماں کا ساتھ چلنااور دور تک دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھتے رہنا دنیا کی کسی ہستی میں یہ جذبہ موجود نہیں ہے۔آخر میں اقبال اس عظیم ہستی کو اپنے رب کے حضور میں پیش کردیتے ہیں‌اورالتجا کرتے ہیں کہ آسمان ہی تیری قبر اپنی رحمت نچھاور کرے۔ اقبال کے مطابق:

”کس کو اب ہو گاوطن میں آہ‘ میرا انتظار؟

کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار؟

خاکِ مرقد پر تیری لے کر یہ فریاد آئوں‌گا

اب دعائے نیم شب میں کس کو یاد آئوں‌گا؟

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس کھر کی نگہبانی کرے“(۱۳)

اقبال”جاوید نامہ “میں عورت کوفکر اور سوچ کے لحاظ سے منصور حلاج اورغالب کے ہم پلہ کھڑا کر دیتے ہیں۔جاوید نامہ اقبال کی فارسی زبان میں زندہ وجاوید تصنیف ہے یہ کتاب ان کا شعری شاہکار ہی نہیں بلکہ ان کے افکار کا بھی حسین ترین مرقع ہے جس میں وہ اپنی سیاحتِ عالمِ علوی یعنی خیالی معراج کے ضمن میں زندگی،انسان، کائنات اور خدا کے بارے میں اپنے افکار اور حقایق ومعارف بیان کیے ہیں۔اس میں اقبال

اپنے روحانی مرشد مولانا روم کی رہنمائی میں آسمان کی سیر کو روانہ ہو جاتے ہیں، دونوں مسافر چاند،عطارد،زہرہ،مشتری ،مریخ اور زحل سیاروں کی سیر کرتے ہیں۔وہاں مشاہیر کی ارواح سے مل کر مسائل ِ حیات پر بحث کرتے ہیں ۔انسان ، کائنات، خدا،زمان و مکاں،تقدیروتوکل، دین و وطن ، اشترکیت و سرمایہ داری، ملوکیت و جمہوریت، معیشت ومعاشرت ،غرض زندگی کے متعلق ہر بنیادی مسئلہ زیرِ بحث آتا ہے اور ایسے دقیق ولطاف حقائق ومعارف اور حکیمانہ نکتے بیان کیے جاتے ہیں جو زندگی آموز بھی ہیں اور زندگی آمیز بھی اور دلنشیں بھی۔فلک مشتری پر علامہ اقبال کی ملاقات حسین بن منصور حلاج اور مرزا اسداللہ غالب اور قراۃُالعین طاہرہ جو کہ ایران کی شاعرہ اورخطابت میں ماہر تصور کی جانے والی خاتون تھیں۔اس زمانے میں محمد علی شیرازی نے اپنے "باب اللہ"یا نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔قراۃُالعین طاہرہ نے اس کی حمایت کی جس کے بدلے اس کو موت کی وادی میں دھکیل دیا گیا۔اقبال اس کی ثابت قدمی کے معترف ٹھہرتے ہوئے ا س کو غالب اور حلاج کی روحوں میں شمار کرتے ہیں۔انہوں نے بہشت کی زندگی کو ٹھکرا دیا اور مسلسل وجاوداں کی طرف راغب رہیں،ان میں باغیانہ روش قائم رہی۔اقبال اُمتِ مسلمہ کو تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قراۃُالعین طاہرہ نے مذہب کو خیر باد کہ کر نیا مذہب اختیار کر لیا جس کی پاداش میں اس کو طرح طرح کی اذیت سہنا پڑی مگر اس نے اپنے آپ کو اس معاشرے کے اگے جھکاناپسند نہیں کیا۔مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سچے مذہب پر اسی طرح پختہ مزاجی کا مظاہرہ کریں جس طرح اس عورت نے عشق میں آکر اپنی زندگی فنا کردی اور ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید ہو گئی۔عشق تمام پردے پھاڑ دیتا ہے اور اس کے تماشا سے قدامت پرستی کا خاتمہ کر دیتا ہے اقبال کے مطابق:

"سوزو سازِ عاشقاں درد مند

شور ہائے تازہ در جانم فگند

مشکلاتِ کہنہ سر بیروں زوند

باز بر اندیشہ ام شبخوں زوند!"(۱۴)

علامہ اقبال نے خواتین کی اس زندگی کو پسند کیا ہے جو عجزوانکسار اور اپنے رب کے حضور نیاز مندی میں گذری ہو۔ اس کی وضاحت میں اقبال "قصرِ شرف النسا" کا ذکر کرتے ہیں۔ شرف النسا مغلیہ دور میں پنجاب کے حاکم۱۷۱۳ء نواب عبدالصمد خان کی بیٹی تھیں انہوں نے ساری زندگی شادی نہیں کی وہ ہمیشہ قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتی تھیں اور اپنے ساتھ تلوار بھی رکھتی تھیں۔اس کا مقبرہ آج بھی شالیمار باغ میں مغلوں کے قبرستان میں موجود ہے جس کو "سرو والا مقبرہ "کہا جاتا ہے۔اقبال اپنے تخیل کی نظرسے اس کے مقبرے پر فرشتو ں کوحاضری دیتے دیکھتے ہیں اور اپنے مرشد سے سوال کرتے ہیں کی یہ کس کی مزار ہے ، مرشد نے کہا کہ یہ اس بی بی کی مزار ہے جس نے ساری زندگی کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا اسی وجہ سے اس کی قبر پر فرشتے حاضری دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اقبال کہتے ہیں:

"دل بآں حرفے کہ می گویم بنہ

قبر من بے گنبد و قندیل بہ!

مومناں را تیغ باقرآں بس است

تربت مارا ہمیں ساماں بس است!"(۱۵)

علامہ اقبال"رموز بے خودی"میں خواتین کے لیے حضرت فاطمہؓ کو ایک رول ماڈل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔۱۹۱۸ء میں مثنوی اسرارِ خودی کا دوسراحصہ "رموز بے خودی" کے نام سے شائع ہوا۔اسرارِ خودی کے بر عکس اس میں افراد کو خودی مٹا دینے کا درس نہیں دیا گیا بلکہ کہا گیا ہے کہ افراد اپنی خودی کی تکمیل کے بعد وسیع تر ملت کے استحکام کے لیے اپنی خودی کوملت کی خودی میں ضم کردیں۔اس مثنوی میں اقبال نے کہا ہے کہ حضرت مریمؑ کو رب نے جو فضیلت عطا کی ہے وہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ہونے کی وجہ سے عطا کی ہے جبکہ حضرت فاطمہؓکو ربِ کائنات نے تین واسطوں سے عطا کی ہے۔پہلی فضیلت کہ وہ حضرت محمدﷺ کی لختِ جگر تھیں جبکہ دوسری فضیلت وہ حضرت علیؓ کو زوجہ محترمہ تھیں اور آخری فضیلت وہ نواسئہ رسولؐ کی والدہ ماجدہ تھیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کو آزادی سے کلمہ پڑھنا نصیب ہوا۔پاک زہراؓ نے اپنی خواہشات کو اپنے شوہر کی رضا پر قربان کردیا۔ان کی تربیت کے اثرات نواسہ رسولؐ کی زندگی میں نمائیاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں جنھوں نے اپنا سارا گھرانہ ربِ کائنات کی رضا پر قربان کر دیااور یزید کے ہاتھ پر بیت نہ کی۔اسلام میں ایسی بے مثال مذہبی اور روحانی خاتون شخصیات موجود ہیں جن سے عملی زندگی کے لیے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔اقبال کے نزدیک:

”مسلمان عورتوں کے لیے بہترین اسوہ حضرت فاطمہ الزہرہ ہیں۔کامل عورت بننا ہو تو آپ کو فاطمہ الزہرا کی زندگی پر غور کرنا چاہیے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کرنی چاہیے۔عورت کو اپنی انتہائی عظمت تک پہنچنے کے لیے حضرت فاطمہ کا نمونہ بہترین نمونہ ہے۔میں ان خیالات کا اظہار ”رموزِ بے خودی“ میں کرچکا ہوں۔حضرت زہرا کی عظمت بیان کرنے کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ حسین کی ماں تھیں۔“(۱۶)

خواتین کا اسلام میں مقام کیا ہے؟ اس موضوع پر بہت کچھ تحریر کیا جا چکا ہے۔کیا مرد اور خواتین اللہ کی نظر میں مساوی ہیں؟ کیا معاشرے میں ان دونوں کا مرتبہ یکساں ہے؟ کیا ان میں کوئی بنیادی فرق موجود ہے؟ اور کیا مرد کو عورت پر اختیارات کی بالا دستی حاصل ہے؟ وغیرہ وغیرہ ایسے سوالات ہیں جو برابر پوچھے جاتے ہیں۔خواتین کے مقام کی مسلم معاشرے میں تعریف واضح نہیں کی گئی اور ان کے درمیان میں فرق کو نمایاں طور پر بیان نہیں کیا گیا۔مختلف مسلم ممالک میں اس میں واضح فرق نظر آتا ہے۔ ماضی قریب میں Information ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کی وجہ سے اسلام میں مرد اور عورت کے مقام اور مغربی تصورِ مساوات پر مباحثے بہت زور پکڑ گئے ہیں۔یہ واضح ہے کہ حقوق نسواں سماجی اور تہذیبی برتاؤ کے حوالے سے روایتی انداز سے ہی بیان کیے گئے ہیں نہ کہ ملک کے قانون اور مذہبی حوالے سے۔

اقبال نے امتِ مسلمہ کو یہ درس دیا کہ کبھی بھی اپنے ضمیر کا سودا نہ کرنا۔واقعہ کربلا ہمیشہ اپنے رب کے احکامات بجا لانااور اس کی خوشنودی حاصل کرتے رہنے کا درس دیتا ہے۔اقبال ان تمام محرکات کا سبب حضرت فاطمہؓ کو قرار دیتے ہیں اور انھی خوبیوں کی بنیاد پر ان کو تمام مومنات کی ماں ہیں۔اقبال کہتے ہیں اے مسلمان خاتون !تجھی سے امید ہے کہ اس فتنہ انگیز دور میں ہماری نسل کی آبیاری کرے گی اور تو ہماری ملت کی نئی نسل کی وارث ہے۔اس چمن میں جو بچہ بھی پید ا ہو اس کی تربیت حضرت فاطمہ کی تربیت جیسی کر تاکہ اس ویران گلشن میں پھر سے وہ عظمت کے دن لوٹ آئیں ۔اس کام کے لیے ایک حسین کی ضرورت ہے اور وہ اس دھرتی کی مائیں ہی مہیا کر سکتی ہیں۔اقبال کے مطابق:

”فطرت تو جذبہ ہا وارد آورد

چشم ہوش از اسوہ زہراؓ مبند

تا حسینےؓ شاخِ تو بار آورد

موسم پیشیں بگلزار آورد(۱۷)

اقبا ل نے اپنے شعر وادب اور زندگی میں عورت کو ہمیشہ عزت و احترام اور وقار عطا کیا ہے۔اقبال کی عطیہ فیضی سے محبت آمیز رویوں پر بہت حوالوں سے بات ہوچکی ہے۔اس حوالے سے مزید دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یورپ سے واپسی (۱۹۰۸ئ) کے بعد کا زمانہ اقبال کی زندگی میں ایک زبردست ہیجانی دور کی حیثیت رکھتا ہے، یورپ کے زمانۂ تعلیم کی ہمدرس اور اپنے عہد کی ذہین و فطین خاتون عطیہ فیضی کے نام لکھے گئے اس دور کے خطوط میںاقبال کا ذاتی کرب و الم اپنی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔اس کربناک صورتِ حال کا تعلق واضح طور پر ان کی ازدواجی زندگی سے دکھائی دیتا ہے(۱۸)۔اقبال کی ذہنی اور جذباتی زندگی پر سفریورپ کے اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے پروفیسر محمد عثمان رقم طراز ہیں:

”یورپ میں وہ عورت کے جن ذہنی اور تہذیبی اوصاف سے آشنا ہوئے تھے، ان کو بھول جانا یا ازدواجی اور جذباتی زندگی میں انکی قدر و قیمت سے انکار کرنا اب ان کیلئے ممکن نہ تھا۔ انہیں یقیناً رہ رہ کر فراوٗینے شال کی فلسفہ طرازی، واٹرناسٹ (وگیے ناسٹ) کی نکتہ آفرینی، عطیہ فیضی کی حاضر دماغی اور گزری ہوئی صحبتوں اور بیٹے ہوئے دنوں کی یاد آتی ہوگی۔۔۔اور اس کے مقابلے میں جب وہ اپنے گھر کی مالکہ، اپنی رفیقۂ حیات کو دیکھتے ہوں گے جو افلاطون کے فلسفے اور حافظ کی شاعری پر گفتگو کرنا تو درکنار غالباً ان کے نام سے بھی آشنا نہ تھیں، تو ان کا دل خون ہوجاتا ہوگا، ان کی زندگی پر مایوسی اور اضطراب کے سیاہ بادل چھا جاتے ہوں گے اور مستقبل پر ان کے پختہ اعتقاد کی بنیادیں ہل جاتی ہوں گی۔“ (۱۹)

علامہ اقبال کوئی باضابطہ ناقد نہیں تھے اس لئے انہوں نے ادبی مسائل اور تنقیدی مباحث پر ایک پیشہ ور نقاد کے قلم سے نہ لکھا بلکہ اپنے وجدان ،شاعرانہ شعور اور سب سے بڑ ھ کر اپنی تخلیقات سے وابستہ مخصوص مقاصد کے تحت جو کچھ محسوس کیا اسی کااظہار کیا۔بحیثیت مجموعی اقبال کے کلام کا جائزہ لیا جائے توواضح ہوتا ہے کہ اس کے ضمیر میں مشرقی شعری روایات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں اور وہ ساری دنیا کو

مشرقی روایات کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں اور اس مضمون میں ان محرکات کی جانب توجہ دلانے کی کوشش کی گئی ہے جن کی بنیاد پر علامہ اقبال اس کائنات کو موجودہ حالات کے بھنور سے نکالنے کے لیے عورت کو مرکزی حیثیت قرار دیتے ہیں کہ عورتیں ہی قوم بناتی ہیں اور عورتیں ہی قوم بیگاڑتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔روبینہ ترین ، ڈاکٹر، ”اقبال کا تصورِ عورت: شاعری اور مکاتیب کی روشنی میں“، مشمولہ، ”خطباتِ اقبالیات“، (مرتبہ: ڈاکٹر انوار احمد، ڈاکٹر روبینہ ترین)، شعبۂ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، جولائی ۲۰۰۳ئ، ص۱۳۷

۲۔محمد اقبال،ڈاکٹر،ماں کا خواب ،بانگِ درا

۳۔ایضاً،سلیمیٰ،بانگِ درا

۴۔ایضاً،فاطمہ بنتِ عبداللہ،بانگِ درا

۵۔ایضاً،یہ حوریانِ فرنگی دل و نظر کا حجاب،بالِ جبریل

۶۔محمد آصف، ڈاکٹر، ”اسلامی و مغربی تہذیب کی کشمکش (فکرِ اقبال کے تناظر میں)“، شعبۂ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، سن ند ارد، ص۵۱۱

۷۔محمد اقبال،ڈاکٹر،ضربِ کلیم، مرد فرنگ

۸۔ایضاً،ضربِ کلیم، ایک سوال

۹۔ایضاً،ضرب کلیم،عورت

۱۰۔ایضاً،ضرب کلیم،آزادی نسواں

۱۱۔اقبال،”مغربی اور مشرقی خواتین کی حیثیت“(مضمون)، مشمولہ ، ”علامہ اقبال: حیات ، فکر و فن“ مرتبہ ، سلیم اختر، ڈاکٹر ، ۲۰۰۳ئ، ص۸۸

۱۲۔محمد اقبال،ڈاکٹر، عورت اور تعلیم

۱۳۔ایضاً ،بانگِ درا،مرحومہ کی یاد میں “

۱۴۔ایضاً،جاوید نامہ،نوائے طاہرہ

۱۵۔ایضاً،جاوید نامہ، قصرِ شرف النسا،

۱۶۔عبدالواحد معینی، سید، (مرتبہ) ، ”اقبال۔مقالاتِ اقبال“ (شریعت اسلام میں مرد اور عورت کا رتبہ)، ص ۳۲۷، ۳۲۸

۱۷۔محمد اقبال،ڈاکٹر،رموزِ بے خودی ،خطاب بہ مخدرات اسلام،

۱۸۔اسلم انصاری، ڈاکٹر ، ”اردو شاعری میں المیہ تصورات“، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۸ئ، ص۴۳۲

۱۹۔ محمد عثمان۔ حیاتِ اقبال کا ایک جذباتی دور۔ مجلہ اقبال۔اپریل ۱۹۵۹ئ، ص ۴۶،۴۷